© rasailojaraid.com

کلمہ حق

دینی مدارس کے متعلق پرویز رشید کے خیالات

پرویز رشید صاحب کے بارے میں ہم زیادہ معلومات نہیں رکھتے، بس اتنا معلوم ہے کہ وہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے اہم راہ نما ہیں۔ اسی وجہ سے میاں محمد نواز شریف کے منظور نظر اور وفاقی وزیر اطلاعات ہیں۔ تحریک انصاف کے راہ نماؤں کے ساتھ ان کی نوک جھونک اخبارات میں نظر سے گزرتی رہتی ہے، یاد نہیں کہ کبھی ان سے ملاقات ہوئی ہو، مگر قومی پریس میں کم وبیش روز ہی ہو جاتی ہے۔ ان کے فکری شجرۂ نسب کے بارے میں بھی اب سے پہلے کچھ علم نہیں تھا، گزشتہ دنوں ایک دوست نے ان کے قادیانی ہونے کا تذکرہ کیا تو ہم نے ٹوک دیا کہ بلاتحقیق کسی کے بارے میں ایسی بات کہنا درست نہیں، پہلے تحقیق کر لیں، اور اگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہو جائے تو ہمیں بھی بتا دیں کیونکہ پھر اس سے اگلا کام عام طور پر ہمارا ہوتا ہے اور ہم یہ خدمت سرانجام دینے میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوتاہی نہیں کریں گے۔ البتہ انہوں نے کسی محفل میں مساجد و مدارس کے حوالہ سے گزشتہ دنوں جو گفتگو کی ہے اور اس کے جو حصے منظر عام پر آئے ہیں، ان سے ان کی فکری برادری کے بارے میں کچھ کچھ اندازہ ہونے لگا ہے کہ وہ دانش وروں کی اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جس کا کام دینی حلقوں، اداروں اور مراکز کے بارے میں تخیلات وتصورات کی دنیا میں قائم ہونے والے مفروضوں کی جگالی کرتے رہنا ہے۔ اس جگالی کا منظر تقریباً نصف صدی سے ہم بھی مسلسل دیکھ رہے ہیں۔

انہوں نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ وہی بات دہرائی ہے جو ان کے فکری سرپرست اور اساتذہ گزشتہ دو صدیوں سے کہتے چلے آ رہے ہیں۔ مغرب نے انقلاب فرانس کے بعد وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کو معاشرہ کے اجتماعی معاملات سے بے دخل کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم نے دورِ جاہلیت سے نکل کر علم کی روشنی کی طرف سفر شروع کر دیا ہے۔ اب ہم اپنے معاملات طے کرتے وقت وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات سے ڈکٹیشن نہیں لیں گے بلکہ وہی کچھ کریں گے جو ہم سوچتے ہیں اور جو ہم خود چاہتے ہیں۔ البتہ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے کہ ہماری اجتماعی سوچ کیا ہے اور ہم مجموعی طور پر کیا چاہتے ہیں، اس کا ہم ووٹ کے ذریعہ فیصلہ کر لیا کریں گے۔ اسے روشنی کا سفر قرار دے لیا گیا اور ہر اس بات کو جس کی راہ نمائی آسمانی تعلیمات اور وحی الٰہی کے ذریعہ ہوتی ہے اسے جہالت کا عنوان دے دیا گیا۔ یہ سفر مسلسل جاری ہے اور اسی پس منظر میں پرویز رشید صاحب کو مسجد و مدرسہ میں دی جانے والی تعلیم ''جہالت'' نظر آتی ہے۔ حتیٰ کہ ''موت کا منظر'' بھی انہیں مضحکہ خیز دکھائی دیتا ہے جو ظاہر ہے کہ اس وقت تک انہیں مضحکہ خیز ہی لگے گا جب تک وہ خود اسے نہیں دیکھ لیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گے۔اور قرآن کریم (سورۃ المومنون آیت 110) کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ:

''تم نے دین اور اہل دین کو تمسخر کا نشانہ بنالیا تھا حتیٰ کہ تم نے میری یاد بھی بھلا دی تھی اور تم ان کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔''

مغرب کی اس دانش کے مطابق آسمانی تعلیمات سے انحراف ''روشنی'' اور وحی الٰہی کا کوئی بھی حوالہ ''جہالت'' قرار پاتا ہے (نعوذ باللہ)۔اور پرویز رشید صاحب نے یہی سبق دہرایا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔اس خاندان کے دانش وروں کا یہ سبق ایک عرصہ سے ہم سنتے آرہے ہیں اور ان کے تمسخر اور تضحیک کا انداز بھی نیا نہیں ہے۔البتہ ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے جس کی طرف اس نسل کے لوکل دانش وروں کی توجہ ابھی تک نہیں گئی اور وہ بدستور آنکھیں بند کیے تصور وتخیل کی دنیا میں وہی ''پکا راگ'' الاپتے چلے جا رہے ہیں جو انہیں ان کے استادوں نے دو صدیاں قبل رٹایا دیا تھا۔انہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ ان کے پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے اور مغرب کے فکری وتہذیبی سیلاب کی وہ سطح اب قائم نہیں رہی جس نے ان کی آنکھیں بند کر دی تھیں۔وہ آنکھیں کھول کر زمینی حقوق پر ایک نظر ڈالنے کی زحمت گوارا کر لیں تو انہیں بہت کچھ بدلا بدلا دکھائی دے گا۔پرویز رشید صاحب اور ان کے قبیلہ کے دانشوروں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آج کی اعلیٰ دانش ''سماج کی اجتماعی سوچ اور خواہش'' کا تلخ ذائقہ چکھ لینے کے بعد آسمانی تعلیمات اور وحی الٰہی کی طرف واپسی کے لیے ''یوٹرن'' لینے کو کس قدر بے تاب ہے۔آنکھیں کھلی رکھتے ہوئے زمینی حقائق پر نظر رکھنے والے اصحاب دانش تو اس منظر سے محظوظ ہو رہے ہیں اور اسے ''انجوائے'' کر رہے ہیں جس کی بیسیوں جھلکیوں میں سے صرف دو کا اس موقع پر ہم ذکر کرنا چاہیں گے۔

برطانوی ولی عہد شہزادہ چارلس کے وہ لیکچر ریکارڈ پر موجود ہیں جو انہوں نے آکسفورڈ میں عالمی حالات کے بارے میں دیے تھے اور جن میں سے ایک میں انہوں نے اپنے دانشوروں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ موجودہ عالمی نظام کی ناکامی کو دیکھتے ہوئے متبادل نظام کے بارے میں سوچ بچار کریں اور اس کے لیے اسلام کو ''متبادل عالمی نظام'' کے طور پر اسٹڈی کریں۔کیونکہ ان کے خیال میں اسلام ہی ''سسٹم آف لائف'' کے طور پر دنیا کے لیے بہتر متبادل نظام بن سکتا ہے۔جبکہ سابق پاپائے روم پوپ بنی ڈکٹ کی قائم کردہ ایک کمیٹی کی وہ رپورٹ ابھی تازہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دنیا کے موجودہ معاشی نظام نے انسانی سوسائٹی کو نقصان اور تباہی کے سوا کچھ نہیں دیا ہے اور عالمی معیشت میں توازن پیدا کرنے کے لیے ان معاشی اصولوں کو اپنانا ہوگا جو قرآن کریم نے بیان کیے ہیں۔

معروضی صورت حال یہ ہے کہ عالمی دانش کی اعلیٰ سطح لامذہبیت کے بھاری پتھر کو چوم کر واپسی کے راستے تلاش کر رہی ہے۔جبکہ پرویز رشید صاحب کا فکری قبیلہ ابھی تک دو صدیاں قبل کے فکری ماحول میں مگن ہے اور انہیں ہر طرف ''ہریالی ہی ہریالی'' دکھائی دے رہی ہے۔پرویز رشید صاحب سے ہمارا زیادہ تعارف نہیں ہے اس لیے ہم سردست انہیں صرف یہ مشورہ دینے پر اکتفا کریں گے کہ مہربانی فرما کر اب آنکھیں کھول دیں اور آج کے عالمی ماحول کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں جو آج کی دانش کو یہ کہتے ہوئے دعوت نظارہ دے رہا ہے کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کلمہ حق

’’مغرب‘‘ سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

ہمارے بزرگوں میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ منفرد مزاج کے بزرگ تھے۔ مشکل سے مشکل بات کو سادہ سے سادہ انداز میں بیان کرنے کے فن میں مہارت رکھتے تھے۔ عام طور پر چھوٹی چھوٹی مثالوں اور کہاوتوں کے ذریعہ بات سمجھاتے تھے اور واقعی سمجھا دیا کرتے تھے۔ میں نے جن بزرگوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اور استفادہ کیا ہے ان میں ان کا نام بہت نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ بات سادہ لہجے میں کہو، آسان الفاظ میں کہو اور علم وخطابت کا رعب جمانے کی بجائے اصل بات سمجھانے کی کوشش کیا کرو۔

وہ بہت سے مواقع پر یاد آتے ہیں اور صرف یاد نہیں آتے بلکہ راہ نمائی بھی کرتے ہیں اور کبھی کبھی ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے سامنے بیٹھے سمجھا رہے ہوں۔ دینی حلقوں اور مراکز ومدارس نے جب ’’قومی ایکشن پلان‘‘ کے حوالہ سے خطرہ محسوس کیا کہ اس میں انہیں بطور خاص ہدف بنایا گیا ہے اور قومی ایکشن پلان کے ’’ابتدائی ایکشن‘‘ میں دینی مدارس پر چھاپوں اور کارکنوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ دراز ہونا شروع ہوا تو بہت سے دوستوں نے بہت بے چینی اور اضطراب کا اظہار کیا۔ کچھ حضرات نے متعدد مواقع پر مجھ سے پوچھا تو میرا جواب یہ تھا کہ بھائی! یہ آزمائش کے مراحل ہیں جو وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں اور آتے رہنے چاہئیں۔ مگر دینی مدارس کو اور ان کے تعلیمی نظام کو کچھ نہیں ہوگا اور وہ اسی طرح کام کرتے رہیں گے۔ اس لیے کہ یہ مدارس بنیادی طور پر قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں جن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہوا ہے۔ جبکہ ہم لوگ صرف سبب کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں جو ہمارے لیے یقیناً سعادت اور اعزاز کی بات ہے، نہ صرف یہ بلکہ قرآن کریم کے سائے میں ہماری حفاظت بھی ہوتی رہے گی۔

ایسے موقع پر مجھے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی بیان کردہ ایک کہاوت یاد آتی ہے اور میں دوستوں سے ذکر کر دیا کرتا ہوں۔ سابق صدر محمد ایوب خان مرحوم کے دور میں دینی مراکز اور حلقوں کے خلاف اسی طرح کے دباؤ کا ایک مرحلہ آیا تو حضرت مولانا جالندھریؒ سے ایک مجلس میں پوچھا گیا کہ اس کا مقابلہ آپ کیسے کر سکیں گے جبکہ پوری حکومتی طاقت سامنے ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم اور کچھ نہ کر سکے تو ’’پھرررر‘‘ تو کر ہی لیں گے۔ اس پر انہوں نے کہاوت سنائی کہ ایک دفعہ جنگل میں ایک بدمست ہاتھی گھوم رہا تھا۔ ایک درخت پر بسیرا رکھنے والے پرندوں نے محسوس کیا کہ وہ ان کی طرف آ رہا ہے اور اس درخت کو ٹکر مارنا چاہتا ہے جس پر ان کا بسیرا ہے۔ وہ پریشان ہوگئے کہ ان کے گھونسلے اور جمع شدہ پونجی سب کچھ اس ٹکر کی نذر ہو جائے گا۔ ایک چڑیا اور چڑا بھی اپنے گھونسلے میں بیٹھے یہ منظر دیکھ کر بے چین ہو رہے تھے کہ اچانک چڑے نے چڑیا سے کہا کہ فکر نہ کرو، تم آرام سے بیٹھو میں کچھ کرتا ہوں۔ چڑیا نے پوچھا کہ تم اس ہاتھی کو روکنے کے لیے کیا کر لو گے؟ اس نے کہا کہ تم دیکھتی جاؤ میں کیا کرتا ہوں۔ چڑا وہاں سے اڑا اور جونہی ہاتھی درخت کے قریب آیا تو اچانک چڑے نے اس کے کان میں گھس کر اپنے پر پھڑ پھڑانے شروع کر دیے۔ اس ناگہانی ’’پھرررر‘‘ سے ہاتھی کا رخ تبدیل ہوگیا اور بہت دور جا کر اسے یاد آیا کہ جس درخت کو وہ ٹکر مارنا چاہتا تھا وہ تو ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سائیڈ پر رہ گیا ہے۔ وہ دوبارہ پلٹا اور ٹکر مارنے کے لیے درخت کی طرف بڑھا، چڑا تاک میں تھا، جونہی ہاتھی قریب آیا اس نے اس کے دوسرے کان میں گھس کر ’’پھررر‘‘ کر دی اور اس بار بھی وہ اپنی مستی میں دوسری طرف نکل گیا۔ مولانا جالندھریؒ نے فرمایا کہ ہم اور کچھ کر سکیں یا نہیں مگر ’’پھررر‘‘ تو ضرور کر سکتے ہیں اور یہ ہم کرتے رہیں گے۔

سچی بات یہ ہے کہ اپنی پچاس سالہ تحریکی زندگی میں کئی بار یہ ’’پھررر‘‘ ہوتے دیکھ چکا ہوں، اور اس کی تازہ ترین واردات کو بھی ’’انجوائے‘‘ کر رہا ہوں۔ ہمارے قانون نافذ کرنے والے اداروں نے دہشت گردوں اور ناجائز اسلحہ کی تلاش میں ملک بھر کے دینی مدارس کو چھاپوں اور گرفتاریوں کا ہدف بنا رکھا تھا اور گھیرا تنگ کرتے جا رہے تھے کہ اچانک ’’پھررر‘‘ ہوئی اور سامنے کا منظر بدل گیا۔ اب وہ ’’نائن زیرو‘‘ کے سامنے کھڑے تھے، دہشت گرد بھی مل گئے اور اسلحہ کی تلاش بھی نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ جبکہ دینی مدارس میں غریب اساتذہ اور طلبہ کی تلاشی لینے والے ابھی تک حیرت سے آنکھیں مل مل کر دیکھ رہے ہیں کہ ہم گئے کدھر تھے اور نکل کدھر آئے ہیں؟ اس کے ساتھ دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ان کے حسابات کی آڈٹ کا غلغلہ بپا ہوا اور میڈیا کے ساتھ ساتھ بہت سی این جی اوز نے آسمان ایسے سر پر اٹھا لیا کہ جیسے سارے ملک کی دولت یہ دینی مدارس ہی لوٹ کر کھا گئے ہیں۔ اور سوئس بینکوں میں پاکستانیوں کی ذخیرہ شدہ رقم ان دینی مدارس ہی کی ہے جو ان کے بہت سے مہربانوں نے ’’ثواب‘‘ کی نیت سے وہاں اپنے ناموں پر جمع کر رکھی ہے۔ مدارس کی نگرانی اور حساب کتاب کی پڑتال تھانوں میں ہونے لگی اور ایس ایچ او کی سطح کے پولیس افسر اس طرح دینی مدارس پر چڑھ دوڑے جیسے وہ اپنا ’’حصہ‘‘ نہ ملنے پر کسی مقدمہ کے فریق کے ساتھ سلوک کیا کرتے ہیں۔ مگر ایک ناگہانی ’’پھررر‘‘ نے پھر سارا منظر بدل ڈالا اور اب پوری قوم ’’ایگزیکٹ‘‘ کے سامنے کھڑی ہے۔ جعلی ڈگریاں ہیں، اربوں روپے کا فراڈ ہے، خود ساختہ فرضی یونیورسٹیاں ہیں اور دنیا بھر میں پاکستان کے قومی وقار کی طرف اٹھی ہوئی نگاہیں اور انگلیاں ہیں۔ مگر ہمارے بعض دانش ور اب بھی ’’پکے راگ‘‘ کی طرز پر آنکھیں بند کیے یہی الاپے جا رہے ہیں کہ ’’پاکستان کے دینی مدارس عالمی سطح پر ملک کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں اور پاکستان کی شناخت اور ساکھ کو مجروح کر رہے ہیں۔‘‘

ایک چھوٹی سی ’’پھررر‘‘ کراچی کے ’’سانحہ صفورا‘‘ کے حوالہ سے بھی سننے میں آئی، اس المناک اور شرمناک دہشت گردی کے بعد بہت سے لوگ انتظار میں تھے کہ کراچی کے دینی مدارس اب ’’ایکشن پلان‘‘ کی ہٹ پر ہوں گے اور وہ اس کا تماشہ دیکھیں گے۔ مگر وہ دہشت گرد پکڑے گئے اور ان میں کوئی بھی کسی مدرسہ کا طالب علم نہیں نکلا بلکہ ان کے پاس یونیورسٹیوں کی اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں ہیں جن کے بارے میں یہ ابھی دیکھنا ہے کہ یہ ڈگریاں بھی کہیں ’’ایگزیکٹ‘‘ کے راستہ سے تو نہیں آئیں۔ جبکہ دینی مدرسہ ان سب مناظر کو ایک طرف کھڑا دیکھ رہا ہے اور اس کے لبوں کی یہ گنگناہٹ تاریخ کے کانوں میں گونج رہی ہے کہ ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

© rasailojaraid.com